بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش آغاز

اسلامی دنیا آجکل نزولِ قرآن کا چودہ سو سالہ جشن منا رہی ہے۔ قرآن حکیم کی شکل میں نعمت خداوندی اور دین کی تکمیل بلاشبہ مسلمانوں پر خداوندکریم کا خاص احسان ہے جسکی وجہ سے اگر زندگی کا ہر لحظہ خوشی سے معمور رہے تو اس کا حق ادا نہ ہو سکے گا۔ اس نعمت کا بدلہ اور شکریہ صرف یہی ہے۔ کہ اپنی زندگی کو اس کے احکامات کے مطابق بنایا جائے۔ قرآن کا تقاضا ایک ہی ہے، چودہ سو سال قبل بھی یہی پیغام تھا آج بھی ہے اور قیامت تک یہی مطالبہ رہے گا کہ اس کی سچائیوں اور ابدی صداقتوں کا صدقِ دل سے اعتراف کرو۔ اور پھر اپنی ہر خواہش اور صلاحیت اس کی مرضی پر ڈال دو، وہ ہم سے تسلیم تام اور انقیادِ کامل چاہتا ہے۔ اس نے ہمیں مسلمان کا نام دیا ہے۔ یعنی سب کچھ کسی کی مرضی پر قربان کرنے والا۔ یہی قرآن کا جشن ہے اور یہی اسکی یاد اگر ہماری زندگی اس پر عمل سے خالی ہے۔ تو نرے جشنوں، نعرہ بازیوں اور نمائشوں کی خدا کی بارگاہ میں کوئی وقعت نہیں۔ مگر جو قومیں عمل سے محروم ہو جاتی ہیں۔ وہ ہمیشہ اپنی روح اور اپنے ضمیر کو ان ظاہری فریب کاریوں کا سہارا دینا چاہتی ہیں۔ یہی معاملہ آج قرآنِ کریم سے ہے۔ اور ٹھیک حضورؐ کی اس پیشنگوئی کا ظہور ہو رہا ہے۔ کہ قرآن کا صرف نام اور رسم رہ جائے گا۔ ولم یبق من القرآن الا رسمہ۔ ہر چند کہ قرآن کے ساتھ یہ ظاہری تعلق بھی مذہب سے لگاؤ کی علامت ہے اور اس لحاظ سے خوشی کا مستحق، مگر حقیقی مسرت تو جب ہونی چاہیئے کہ ہر مسلمان اپنے عمل اور کردار سے قرآن کا جشن منانے لگے۔

★

جشنِ قرآن کی تقریبات میں بعض ایسے افراد اور ادارے بھی حصہ لے رہے ہیں جنہیں قرآن حکیم کی چودہ سو سالہ تشریح اور تعبیر سے اتفاق نہیں اور وہ اسے راسخ العقیدہ گروہ کی روایات پرستی اور رجعت پسندی کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ اور نئے تقاضوں کی روشنی میں قرآنِ مجید کی نئی تعبیر کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ اگر انہیں جشن منانا تھا تو کچھ عرصہ انہیں اور انتظار کرنا چاہیئے تھا تاکہ نزولِ قرآن پر کم سے کم چودہ سو ایک سال گزرنے کے بعد نئی تعبیرات کا "یک سالہ" جشن منالیا جاتا۔ اب جب قرآن کی

تعبیرات اتنی سخت جان ہیں کہ چودہ سو سال کے طویل عرصہ میں انہیں مٹایا نہیں جاسکا، تو ان لوگوں کا ایسے جشن منانا کیا منافقانہ چال تو نہیں ؟ انہیں تو دراصل ماتم اور یاس کی محفلیں لگانی چاہئے تھیں۔ اس جشن و مسرت کا حقدار تو وہی راسخ العقیدہ گروہ ہے جسکی انتھک جد وجہد، علمی جانکاہی، دینی ثقاہت خداداد فہم وفراست اور تقویٰ و تدین کے صدقے اہل زیغ والحاد کی دست اندازیوں اور ریشہ دوانیوں کے باوجود قرآن حکیم اپنے معانی اور تشریحات کے ساتھ محفوظ رہا اور جس نے قرآن کریم کے منقول و متوارث مفہوم اور تعبیر کو جان و مال سے زیادہ عزیز سمجھا۔ قرآن حکیم کی حفاظت جس کا وعدہ ہوچکا ہے دراصل اس کے معانی، تشریحات اور سنت وحکمت نبویؐ ہی کی شکل میں ہے۔ اگر دین وشریعت کی شکل میں قرآن کے مطالب محفوظ نہ ہوتے اور ہر شخص اسے اپنی من مانی تاویلات اور تعبیرات کا جامہ پہنا سکتا تو صرف الفاظ کی حفاظت کا کوئی فائدہ نہ رہتا۔

★

جنوبی افریقہ اور یورپ میں آج کل دل کی تبدیلی کے اپریشن ہورہے ہیں۔ اس معاملہ کی شرعی حیثیت سے قطع نظر جہاں تک سائنسی ترقیات، متنوع انکشافات اور سرجری کے محیر العقول کارناموں کا تعلق ہے اگر ان کے استعمال سے کسی کے دینی، اخلاقی اور جسمانی یا مادی حقوق پائمال نہ ہوں اور وہ حقیقی معنوں میں انسان کی خدمت کا ذریعہ بنیں تو اسلام کو ایسی سائنس وتحقیق پر نہ کوئی اعتراض ہے۔ اور نہ وہ مسلمانوں کو اس میں کمال حاصل کرنے سے روکتا ہے۔ آج کی سائنس درحقیقت عالم غیب کے بارہ میں اسلام کے ان اعتقادات کی تائید اور معجزات وکرامات کے اُن خرقِ عادت مثالوں کی تصدیق کررہی ہے جس کا ظہور انبیاء کرام اور خدا کے برگزیدہ بندوں کے ہاتھوں ہوا اور علوم نبوت اور تعلیمات اسلام سے بے بہرہ عقل اور مادہ کی پرستش کرنے والے حضرات اب تک اس کے ماننے پر تیار نہ تھے۔ مثال کے طور پر اسلام نے اعتقادات کا یہ مسئلہ پیش کیا کہ قیامت کے دن انسان کے تمام اعضاء اپنے اپنے اعمال وافعال کی شہادت دیں گے۔ لوگوں نے اس پر حیرت ظاہر کی مگر آج کے گراموفون اور ٹیپ ریکارڈ نے بندگانِ مشاہدہ کو اس کے ماننے پر مجبور کردیا کہ اگر لوہا اور سیاہ رنگ کا فیتہ بول سکتا ہے تو جس خدا نے زبان کو گویائی کی طاقت دی وہ بدن کی کھال اور ہڈیوں کو بھی گویا کرا سکتا ہے۔ امت مرحومہ کے عقیدۂ معراج جسمانی سے مادہ پرستوں کی عقل انکار کرتی رہی۔ آج کے خلائی اور سیاراتی کارناموں، جہاز، راکٹ اور میزائل نے تصورِ معراج کو تجربہ اور مشاہدہ کی حدود میں لاکھڑا کیا ہے۔ اسی طرح اسلام کے وزنِ اعمال کا مسئلہ کہ قیامت کے دن ہر شخص کے اعمال